العصر اسلامک ریسرچ جرنل

AL-ASR Islamic Research Journal

Publisher: Al-Asr Research Centre, Punjab Pakistan
E-ISSN 2708-2566 P-ISSN2708-8786
Vol.02, Issue 03 (July-September) 2022
HEC Category "Y"
https://alasr.com.pk/ojs3308/index.php/alasar/index

Title Detail

Urdu/Arabic: احتیاط،عصری تقاضے اور سیرت النبی ﷺ،سیرت نبوی کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ

English: **Precaution, contemporary requirements and Seerat e Nabvi (SAW) A research study in the light of Seerat e Nabvi(SAW)**

Author Detail

1. Dr. Syed Mujeeb Ur Rehman
Lecturer Department of Seerat Studies
Allama Iqbal Open University Islamabad
Email: syed.mujeeb@aiou.edu.pk

How to cite:

Dr. Syed Mujeeb Ur Rehman. 2023. " احتیاط ،عصری تقاضے اور سیرت النبیﷺ،سیرت نبوی کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ: Precaution, Contemporary Requirements and Seerat E Nabvi (SAW) A Research Study in the Light of Seerat E Nabvi (SAW)". AL- ASAR Islamic Research Journal 2 (3). https://alasr.com.pk/ojs3308/index.php/alasar/article/view/72.

Copyright Notice:
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 3.0 License.

احتیاط، عصری تقاضے اور سیرت النبی ﷺ، سیرت نبوی کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ

Precaution, contemporary requirements and Seerat e Nabvi (SAW) A research study in the light of Seerat e Nabvi (SAW)

Dr. Syed Mujeeb Ur Rehman
Lecturer Department of Seerat Studies
Allama Iqbal Open University Islamabad
Email: syed.mujeeb@aiou.edu.pk

Abstract

Precaution is an action taken in advance to prevent a hazard. Man's body, health, home and his other belongings are the blessings of Allah, which he is responsible for protecting. It is the primary responsibility of a person to take necessary measures to protect himself and all the objects associated with him from dangers and to ensure their safety. This behaviour of man is called precaution.
Islam strongly teaches man to protect himself from dangers. We also get the same teaching from the life of the Holy Prophet (peace be upon him). He used to observe precautions in his life. He(saw) himself used to be careful and advised others to do the same. The aspect of practicing caution is prominent in the Prophetic life. This is the reason why the jurists considered Precaution as a principle of Shariah. There are different dimensions of precaution. Is it a demand of religion to practice precaution in different aspects of social life? How important is its social use in the light of Seerah tayyibah?. This paper has been written to clarify these issues.
Keywords: precaution, seerat e nabvi, human life, food safety

احتیاط عام استعمال ہونے والی اصطلاح ہے۔روزمرہ کی زندگی میں ہم اس کا استعمال بکثرت سنتے ہیں۔اس کا استعمال عام معاشرتی زندگی میں بھی ہے،دینی زندگی میں بھی ہے،فقہاءاور اصولیین کے ہاں بھی اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔السرخسی اور الشاطبی سمیت معروف فقہاءواصولیین نے اس کو بطور ماخذ شریعت اور اصول کے ذکر کیا ہے۔احتیاط کے اس پہلو پر عربی زبان میں مقالہ جات بھی دستیاب ہیں۔چنانچہ الاخذ بالاحتیاط عندالاصولیین کے نام سے محمد بن ابراہیم الشامی نے جامعہ سعود بن محمد ریاض سے ماجستیر کا مقالہ تحریر کیا ہے۔اسی طرح اسلامک یونیورسٹی غزہ کے مجلہ الجامعۃ الاسلامیہ للدراسات الشرعیہ کی جلد نمبر ۵،شمارہ ۱ میں حنفی اصول فقہ میں احتیاط کی تطبیق پر دکتور محمد السکر کا مقالہ ۲۰۱۹ میں شائع ہوا ہے۔نیز جامعہ ازہر کے مجلہ کلیہ الدراسات الاسلامیہ کی جلد ۵،شمارہ ۵ میں الاخذ بالاحتیاط:دراسۃ اصولیۃ تطبیقیۃ کے عنوان سے اسکالر محمد حمزہ عبدالرحیم کا مقالہ جنوری ۲۰۲۲ میں طبع ہوا ہے۔اردو زبان میں احتیاط کی

اصطلاح پر اس نوعیت کا کام دستیاب نہیں ہے۔ بالخصوص احتیاط کے سماجی پہلو پر راقم الحروف کو عربی اور اردو میں کوئی کام دستیاب نہیں ہو سکا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ کے مختلف معاملات میں احتیاط کا پہلو مدنظر رکھا ہے۔ کیا احتیاط پر عمل پیرا ہونا ہم سے دین کا مطالبہ ہے؟ رسول اللہ ﷺ کی سیرت مطہرہ میں اس حوالے سے کیا راہنمائی ملتی ہے؟ اس آرٹیکل میں احتیاط کی مختلف حیثیتوں کی وضاحت کے ساتھ سیرت نبوی کی روشنی میں اس کی معاشرتی و سماجی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے۔ دور حاضر میں جب مختلف معاملات پیچیدہ اور ملفوف ہوتے جا رہے ہیں وہاں انسان کی دینی اور معاشرتی زندگی میں احتیاط کی اہمیت دوچند ہو چکی ہے۔ اس کو شاید عام سی اصطلاح سمجھ کر محققین نے بھی اس پر قلم نہیں اٹھایا۔ اس خلا کو پر کرنے کے لئے زیر نظر مقالہ تحریر کیا گیا ہے۔

احتیاط کا مفہوم:

احتیاط باب افتعال کا مصدر ہے، جس کا مادہ حوط ہے۔ یہ کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے:

الف۔ ناخوشگوار حالات سے اپنی حفاظت کرنا۔ یعنی انسان درپیش معاملے میں غور و فکر کر کے ایسا راستہ اختیار کرے جس میں ناخوشگوار امور سے اپنی حفاظت کر سکے[1]۔

حسی و معنوی امور میں اپنی حفاظت مدنظر رکھنا بھی اسی مفہوم میں داخل ہے۔ جیسے کوئی شخص اپنے گھر کے سامان کی حفاظت کرے، تو یہ حسی امور کی مثال ہو گی۔ اور کوئی شخص اپنے عقائد کی حفاظت کرے تو یہ معنوی امور میں احتیاط کی مثال ہو گی[2]۔

ب۔ نگہبانی کرنا۔ جیسے حضرت ابن عباس فرماتے ہیں:

قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَغْنَيْتَ عَنْ عَمِّكَ، يَعْنِي أَبا طَالِبٍ، فإِنه كَانَ يَحُوطُكَ[3]

میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ (سے تعلق) کا فائدہ آپ کے چچا کو کیا ہو گا کیونکہ وہ آپ کی نگہبانی کرتے تھے۔

ج۔ درست راستے کا انتخاب کرنا۔

احتاط الرجل سے مراد ہے کہ کوئی شخص اپنے امور کی انجام دہی میں بہترین راستہ منتخب کرے[4]۔

اہل لغت کی ان تمام تعریفات میں پہلی تعریف زیادہ جامع ہے جس کے مطابق ناخوشگوار حالات سے اپنی حفاظت کرنا احتیاط کہلاتا ہے۔ یہ تعریف دیگر تعریفات کو شامل ہے۔ کیونکہ جو شخص ناخوشگوار امور سے اپنی حفاظت کرے گا تو وہ لازما اپنے معاملات سے پہلے غور و فکر کرے گا، بہترین راستے کا انتخاب کرے گا۔ معاملے کے آغاز کے بعد اپنی نگہبانی کرتا رہے گا۔ اس کی کوشش ہو گی کہ غلطی و سہو سے اپنے آپ کو بچائے رکھے۔ ان تمام امور کا لحاظ رکھنے کے بعد وہ اس قابل ہو گا کہ ناخوشگوار حالات سے اپنے آپ کو بچا سکے۔ احتیاط کی اصطلاحی تعریف میں بھی یہی مفہوم پایا جاتا ہے۔

ابن حزم(م:456ھ) کہتے ہیں: والاحتیاط طلب السلامة[5] (اور احتیاط سلامتی کو طلب کرنا ہے)۔

امام مازری مالکی(م:۵۵۶ھ) کے نزدیک احتیاط کا مطلب اپنے آپ کو غلطی اور سہو سے بچانا ہے[6]۔

عربی میں اس کے لئے حذر کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔ رجل حذر اس شخص کو کہتے ہیں جو بیدار مغز ہو[7]، متحذر ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جس نے اپنے آپ کو ایسی چیز کے لئے تیار کر رکھا ہو جس سے اس کو یہ اندیشہ لاحق ہو کہ اس سے اس کو اچانک کوئی نقصان ہو جائے گا۔ یاد رہے کہ احتیاط خطرے سے پہلے پیش بندی اور اپنے آپ کو نقصان سے بچانے کی تیاری کو کہا جاتا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان مصیبت کے آنے سے پہلے ہی ہمت ہار بیٹھے، پریشانیوں اور تفکرات کا شکار ہو جائے، احتیاط سے مراد بے جا اندیشے نہیں ہیں، اس سے مراد مایوسی بھی نہیں ہے۔ گویا کہ احتیاط اور وسوسے میں بنیادی نوعیت کا لیکن دقیق فرق ہے۔ جس کو ذیل میں مختصرا بیان کیا جا رہا ہے:

احتیاط اور وسوسہ میں فرق:

وسوسہ ایک ذہنی کیفیت کا نام ہے جس کی وجہ سے انسان کسی مخصوص حالت کے پیش نظر حساس ہو جاتا ہے۔ احتیاط اور وسوسہ دونوں کی بنیاد شک ہے۔ البتہ فرق یہ ہے کہ وسوسہ میں شک بلا دلیل ہوتا ہے اور احتیاط میں شک دلیل اور علامات کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وسوسہ کو شیطان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے[8] جبکہ احتیاط کو دین کی اصل قرار دیا گیا ہے۔ حافظ ابن القیم(م:751ھ) نے احتیاط اور وسوسہ میں فرق کے بیان پر الگ فصل قائم کی ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ احتیاط سنت کی اتباع میں کوشش کا نام ہے جبکہ وسوسہ ایسے کام کے لئے جدوجہد کا نام ہے جو سنت سے ثابت نہ ہو اور اس کا گمان ہو کہ میں اس کے ذریعے مطلوب تک پہنچ جاؤنگا، جیسے کوئی شخص بزعم خود احتیاط کرتے ہوئے وضو میں اعضاء کو مقدار سنت یعنی تین دفعہ سے زائد دھوتا ہے یا کوئی شخص نماز کی نیت میں نماز کا نام بار بار لیتا ہے وغیرہ[9]۔ ایک اور جگہ لکھتے ہیں کہ احتیاط اس وقت مشروع ہے جب سنت واضح نہ ہو، جب سنت واضح ہو تو احتیاط اسی کی پیروی ہے[10]۔

احتیاط اور سد ذریعہ میں فرق:

سد ذریعہ بطور اصطلاح کے فقہاء کے ہاں مستعمل ہے۔ ایسا معاملہ جو بظاہر مباح ہو لیکن کسی ممنوع کا سبب بن سکتا ہو، اس سے روکنا سد ذریعہ کہلاتا ہے[11]۔ احتیاط میں دو پہلو ہوتے ہیں ایک ترک اور دوسرا فعل کا۔ کبھی کسی کام کو چھوڑنا احتیاط کا تقاضا ہوتا ہے اور کبھی کسی کام کو انجام دینا احتیاط کا تقاضا ہوتا ہے، جبکہ سد ذریعہ میں صرف ترک کا پہلو ہوتا ہے۔ گویا سد ذریعہ خاص اور احتیاط عام ہوتا ہے۔ کسی چیز کو ممنوع کے ارتکاب کے اندیشے کے پیش نظر ترک کیا جائے تو

یہاں احتیاط اور سد ذریعہ جمع ہوتے ہیں اور اگر کسی معاملے کو اسی مقصد کی خاطر اختیار کرنا پڑے تو یہاں احتیاط تو پائی جائے گی لیکن سد ذریعہ کا وجود نہیں ہو گا۔

انسانی زندگی میں احتیاط کی اہمیت:

احتیاط کا تعلق انسانی زندگی کے ہر پہلو سے ہے۔ انسان کی زندگی کے سماجی، معاشی، انفرادی، اجتماعی اور اس کے ذاتی پہلو سمیت زندگی کے مختلف شعبہ جات میں احتیاط سے کام لینا انسان کی ترجیحات میں سے ہے۔

احتیاط انسان کو اطاعت کا عادی بناتی ہے۔ مثلاً اگر حرمت اور حلت میں تعارض ہو اور کوئی شخص یہاں احتیاط پر عمل کرتے ہوئے اس کام سے اجتناب کرتا ہے تو یہ طرز عمل اس کو اطاعت کا عادی اور منہیات سے احتراز کا پابند بناتا ہے۔ رفتہ رفتہ اطاعت اس کی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔

دین اور عزت کی سلامتی احتیاط پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص مشتبہات سے بچا تو اس نے اپنا دین اور اپنی عزت محفوظ بنالی[12]۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ انسان کے دین اور اس کی آبرو کے تحفظ کی بنیاد یہی احتیاط ہے۔ احتیاط ان لوگوں کی صفت ہے جو عقل سلیم اور درست فہم کے مالک ہوتے ہیں۔ خطرہ نازل ہونے سے پہلے اور ناپسندیدہ امر کے واقع ہونے سے پہلے ہی وہ اس سے بچنے کی تدابیر اختیار کر لیتے ہیں۔

انشراحِ صدر اللہ کی خاص دین ہے جس کو عطا ہو جائے۔ ارشاد ربانی ہے:

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ(الانعام:۱۲۵)

اور جسے اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے تو اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے

نبی کریم ﷺ سے مخاطب ہو کر ارشاد ہوا: اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (الانشراح:۱)

کیا ہم نے تمہاری خاطر تمہارا سینہ کشادہ نہ کر دیا؟

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے اطمینانِ نفس کو نیکی کی علامت قرار دیا۔ چنانچہ وابصہ بن معبد سے روایت ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نیکی کے بارے میں پوچھنے آئے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں! تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے دل سے پوچھو۔ نیکی وہ ہے جس پر نفس مطمئن ہو، اور دل کو اس پر اطمینان نصیب ہو، اور برائی وہ ہے جو تمہارے سینے میں کھٹکے اور بار بار اس پر غور کرنا پڑے[13]

درج بالا نصوص سے معلوم ہوا کہ اطمینان نفس اور شرح صدر نعمت الٰہی اور نیکی کی علامت ہے۔ اور یہ واضح ہے کہ اطمینان و شرح صدر کا تعلق احتیاط سے ہے۔ انسان اپنی زندگی کے مختلف شعبہ جات میں احتیاط سے کام لیتا ہے، اپنے آپ کو غلطیوں سے بچاتا ہے اور ناخوشگوار حالات سے محفوظ رہتا ہے تو اس کے نتیجے میں اس کو اطمینان حاصل ہوتا

ہے۔ہم اس کو عام زندگی میں ایک مثال سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، فرض کیجئے آپ کو سفر درپیش ہے، نکلنے سے پہلے اپنی گاڑی کی اچھی طرح چھان بین اور راستے کی ضروریات کا سامان ساتھ رکھنے کے بعد جب انسان سفر کا اغاز کرتا ہے تو دوران سفر وہ مطمئن رہتا ہے۔بالفاظ دیگر یہ احتیاط ہی اس کو اطمینان فراہم کرتی ہے۔

احتیاط اور شریعت:

شریعت انسان کے مصالح پر مشتمل ہے۔انسان کی اکثر مصلحتوں کی حفاظت کا تعلق احتیاط سے ہے۔یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے اس کو شریعت کا اصول قرار دیا ہے۔ذیل میں فقہاء کے ہاں احتیاط کی تعریف ذکر کرنے کے بعد اس کی اصولی حیثیت کے بارے میں اہل علم کا موقف درج کیا جائے گا۔

عز بن سلام (م:٦٦٠ھ) کہتے ہیں:

وَالْوَرَعُ تَرْكُ مَا يَرِيبُ الْمُكَلَّفُ إِلَى مَا لَا يَرِيبُهُ وَهُوَ الْمُعَبَّرُ عَنْهُ بِالِاحْتِيَاطِ[14]

ورع کا مطلب ہے کہ شک میں ڈالنی والی چیز کو چھوڑ کر مکلف ایسا کام اختیار کرے جس میں کوئی شک وشبہ نہ ہو اور اسی کو احتیاط سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس کا حاصل یہی ہے جو گذشتہ سطور میں احتیاط کی اصطلاحی تعریف میں بیان ہوا کہ دو راستوں میں ایسا راستہ منتخب کرنا جو نسبتا محفوظ ہو، احتیاط ہے۔

ابن الہمام (م:861ھ) کہتے ہیں:وَالِاحْتِيَاطُ الْعَمَلُ بِأَقْوَى الدَّلِيلَيْنِ[15]

احتیاط دو دلائل میں سے قوی پر عمل کرنے کا نام ہے۔

یہ احتیاط کی فقہی تعریف ہے کہ جہاں مجتہد کے سامنے دو دلائل آجائیں تو ان میں قوی دلیل کو عمل کے لئے منتخب کرنا احتیاط کہلاتا ہے۔فقہی اعتبار سے احتیاط کی وضاحت کے بعد اب فقہاء واصولیین کے ہاں اس کی اہمیت کے بارے میں مختلف عبارات ملاحظہ ہوں۔الجصاص (م:٣٧٠ھ) فرماتے ہیں:

وَاعْتِبَارُ الِاحْتِيَاطِ وَالْأَخْذِ بِالثِّقَةِ أَصْلٌ كَبِيرٌ مِنْ أُصُولِ الْفِقْهِ قَدْ اسْتَعْمَلَهُ الْفُقَهَاءُ كُلُّهُمْ وَهُوَ فِي الْعَقْلِ كَذَلِكَ أَيْضًا، لِأَنَّ مَنْ قِيلَ لَهُ إنَّ فِي طَرِيقِك سَبُعًا أَوْ لُصُوصًا كَانَ الْوَاجِبُ عَلَيْهِ الْأَخْذَ بِالْحَزْمِ وَتَرْكَ الْإِقْدَامِ عَلَى سُلُوكِهَا حَتَّى يَتَبَيَّنَ أَمْرُهَا[16]

”احتیاط پر عمل اور مہارت کو بروئے کار لانا اصول فقہ کا بنیادی اصول ہے جس کا استعمال تمام فقہاء نے کیا ہے اور عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کیونکہ جس شخص کو کہا جائے کہ تمہارے راستے میں درندہ یا چور ہے تو اس پر

واجب ہے کہ وہ ہوشیاری سے کام لے اور اس راستے پر اس وقت تک چلنے سے گریز کرے جب تک اس کی صورتحال واضح نہ ہو جائے۔"

السرخسی (م:۴۸۳ھ) لکھتے ہیں: وَالْأَخْذ بِالِاحْتِيَاطِ أصل فِي الشَّرْع[17]

اور احتیاط سے کام لینا شریعت کا اصول ہے۔ الشاطبی (م:۷۹۰ھ) لکھتے ہیں:

وَالشَّرِيعَةُ مَبْنِيَّةٌ عَلَى الِاحْتِيَاطِ وَالْأَخْذِ بِالْحَزْمِ، وَالتَّحَرُّزِ مِمَّا عَسَى أَنْ يَكُونَ طَرِيقًا إِلَى مَفْسَدَة[18]

شریعت احتیاط پر عمل اور ہوشیاری سے کام لینے اور ایسی چیز سے بچنے پر مبنی ہے جس کے بارے میں امکان ہو کہ وہ کسی خرابی کی طرف لے جانے کا سبب ہے۔

درج بالا عبارات سے معلوم ہوا کہ احتیاط شریعت کا اصول ہے۔ فقہی تراث میں مختلف مسائل کی بنیاد میں فقہاء نے احتیاط کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ کتاب الاصل کے مقدمے میں استحسان کی مختلف بنیادوں میں احتیاط کو بھی بطور بنیاد کے ذکر کیا گیا ہے[19]۔

یہاں تک کی بحث سے احتیاط کی لغوی، عرف کے اعتبار سے اصطلاحی اور فقہی تعریفات ذکر کی گئی ہیں۔ ان تینوں انواع کی تعریفات میں کوئی جوہری فرق نہیں۔ غلطی سے بچاؤ اور طلب سلامتی ہی سب کا حاصل ہے۔ اس مقالے میں سماجی زندگی میں احتیاط کی اہمیت سیرت نبوی کی روشنی میں بیان کرنا مقصود ہے، اس لئے آئندہ سطور میں احتیاط کا عرفی مفہوم مراد لیا جائے گا۔ جس کا حاصل سلامتی طلب کرنا اور نقصان سے بچنے کے لئے پیش بندی کرنا ہے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں احتیاط کی اہمیت:

قرآن وحدیث میں مختلف مقامات پر حزم واحتیاط کا درس دیا گیا ہے۔ ذیل میں کچھ آیات درج کی جارہی ہیں:

وَلَا تَسُبُّوا۟ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ فَيَسُبُّوا۟ ٱللَّهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ (الانعام :۱۰۸)

اور جن کی یہ اللہ کے سوا پرستش کرتے ہیں انہیں برا نہ کہو ورنہ وہ بے سمجھی میں زیادتی کر کے اللہ کو برا کہیں گے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے بتوں کو برا بھلا کہنے سے روکا ہے تا کہ رد عمل میں وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں بدزبانی نہ کریں۔ ظاہر ہے کہ مسلمان کو بتوں کے احترام کا درس نہیں دیا جا سکتا تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ حکم بطور احتیاط مسلمانوں کو دیا گیا کہ وہ بتوں کو برا بھلا کہنے سے احتیاطاً گریز کریں تا کہ ان کا بتوں کو برا بھلا کہنا اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کا سبب نہ بنے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ(البقرۃ:۲۸۲)

اے ایمان والو! جب تم کسی مقررہ مدت تک آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو احتیاطاً معاہدات لکھنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ معاہدے میں اصل زبان کے الفاظ ہیں۔ زبانی عہد و پیمان کرنے سے معاملہ مکمل ہو جاتا ہے، البتہ محض حفظ اور زبانی امور پر اکتفا کرنے سے بعض اوقات اختلاف بھی ہو جاتا ہے کیونکہ انسان کمزور ہے، وہ بات بھول بھی سکتا ہے، اسلئے اللہ تعالیٰ نے معاملہ لکھنے کی ہدایت دی، تاکہ بھول چوک کا امکان نہ رہے۔

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىِٕكُمْ ۠ وَلْتَاْتِ طَآىِٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا(النساء:۱۰۲)

"اور اے حبیب! جب تم ان میں تشریف فرما ہو پھر نماز میں ان کی امامت کرو تو چاہئے کہ ان میں ایک جماعت تمہارے ساتھ ہو اور وہ اپنے ہتھیار لیے رہیں پھر جب وہ سجدہ کرلیں تو ہٹ کر تم سے پیچھے ہو جائیں اور اب دوسری جماعت آئے جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھی اب وہ تمہارے ساتھ نماز پڑھیں اور (انہیں بھی) چاہئے کہ اپنی حفاظت کا سامان اور اپنے ہتھیار لیے رہیں۔ کافر چاہتے ہیں کہ اگر تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے غافل ہو جاؤ تو ایک ہی دفعہ تم پر حملہ کر دیں اور اگر تمہیں بارش کے سبب تکلیف ہو یا بیمار ہو تو تم پر کوئی مضائقہ نہیں کہ اپنے ہتھیار کھول رکھو اور اپنی حفاظت کا سامان لئے رہو۔ بیشک اللہ نے کافروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں بڑے واضح الفاظ میں مسلمانوں کو احتیاط کا حکم دیا گیا ہے تاکہ دشمن اپنی مراد حاصل نہ کر سکے[20]۔

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا (الاحزاب:۳۲)

اے نبی کی بیویو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم اللہ سے ڈرتی رہو اور دبی زبان سے بات نہ کہو کیونکہ جس کے دل میں مرض ہے وہ طمع کرے گا اور بات معقول کہو۔

اس آیت میں ازواج مطہرات کو بات چیت میں احتیاط کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کی مختلف تعلیمات میں احتیاط پر عمل پیرا ہونے کا درس ملتا ہے۔اس مضمون کی دو روایات ملاحظہ ہوں:

دَعْ ما يَرِيبك إلى ما لا يَرِيبك[21]

جو چیز تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ کر وہ اختیار کرو جو شک میں ڈالنے والی نہ ہو۔

اس روایت میں بطور احتیاط مشکوک چیز کو چھوڑنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

الراعی يرعى حول الحمى يوشک أن يقع فيه[22]

جو اپنے جانور کو اپنے کھیت کے اندر لیکن دوسرے شخص کے کھیت کے کنارے پر چرنے کیلئے چھوڑ دے، بہت جلد وہ جانور دوسرے کے کھیت میں داخل ہو کر چرنا شروع کر دے گا۔

یہ حدیث کا ایک ٹکڑا نقل کیا گیا ہے۔اس میں بھی مسلمانوں کو احتیاط کا درس دیا گیا ہے کہ جو شخص اپنا جانور دوسرے شخص کے کھیت کے کنارے چرنے کے لئے چھوڑ دے ایک دن وہ جانور اس پرائے کھیت میں داخل ہو جائے گا۔ گویا کہ چرواہے کو بطور احتیاط اپنا جانور پرائے کھیت سے دور چرانا چاہیئے۔اسی طرح مسلمان کو بھی حرام سے دور رہنا چاہیئے۔

احتیاط اور سیرت نبوی ﷺ:

احتیاط کو بروئے کار لانے سے انسان بہت سارے مسائل سے محفوظ رہتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس صفت کو اخلاق حسنہ میں شمار کیا جاتا ہے۔جس طرح دیگر اوصاف حمیدہ کو اپنانے میں رسول اللہ ﷺ کا طرز عمل ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے اسی طرح حزم واحتیاط کے باب میں بھی آپ ﷺ کا طرز عمل ہمارے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ذیل میں رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ کے اس پہلو کی وضاحت کی جارہی ہے:

ا۔ شبہات سے پرہیز

شبہات سے پرہیز احتیاط کا تقاضا ہے۔اس سے انسان کے دین، عزت اور مال کی حفاظت ہوتی ہے۔نبی کریم ﷺ اس سلسلے میں احتیاط پر عمل پیرا رہتے تھے۔سیرت نبوی سے اس ضمن میں چار واقعات نقل کئے جاتے ہیں:

الف۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ کسی راستے سے گزر رہے تھے، وہاں آپ ﷺ نے ایک کھجور کا دانہ پڑا دیکھا، تو ارشاد فرمایا کہ:

"لَوْلَا أَنِّيْ أَخَافُ أَنْ تَكُوْنَ مِنَ الصَّدَقَةِ لَأَكَلْتُهَا[23]"

ترجمہ: "اگر مجھے اس کھجور کے بارے میں صدقہ کا خوف نہ ہوتا تو میں اسے کھالیتا'

'یعنی رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کے شبہ کی وجہ سے وہ کھجور نہیں کھائی، چونکہ صدقہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی آل کے لئے ممنوع ہے۔

ب۔ حضرت ابوہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کھجوریں کٹتے ہی آنے لگتیں، کبھی یہ شخص اپنی کھجوریں لیے آرہا ہے کبھی وہ اپنی کھجوریں لیے آرہا ہے۔ یہاں تک کہ کھجوروں کے انبار آپ ﷺ کے سامنے لگ جاتے تھے۔ (ایک دن) حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ ان کھجوروں کے ساتھ کھیلنے لگے۔ ان دونوں میں سے کسی نے ایک کھجور لے کر اپنے منہ میں رکھ لی تو رسول اللہ ﷺ کی نظر اس پر پڑی اور (فوراً) وہ کھجور ان کے منہ سے نکال لی اور فرمایا: "کیا تم نہیں جانتے کہ آل محمد ﷺ صدقہ نہیں کھاتے[24]۔

یہ روایت بھی نبی کریم ﷺ کے کمال احتیاط پر دلالت کرتی ہے۔ سیدنا حسن اس وقت چھوٹے تھے اور انہوں نے بے دھیانی میں وہ کھجور منہ میں ڈال لی تھی، ظاہر ہے کہ ایسی صورتحال میں مواخذہ نہیں ہوتا لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کو گوارا نہ فرمایا اور ان کے منہ سے وہ کھجور نکلوالی۔

ج۔ سیدنا علی بن حسین کی روایت ہے کہ ان کو ام المومنین حضرت صفیہ نے بتایا کہ ایک مرتبہ وہ رمضان کے آخری عشرے میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی خاطر مسجد تشریف لے گئیں، کچھ دیر وہ آپ ﷺ سے گفتگو کرتی رہیں پھر واپسی کے لئے کھڑی ہو گئیں، نبی کریم ﷺ بھی ان کو رخصت کرنے کے لئے دروازے پر تشریف لائے، تو انصار کے دو لوگوں کا وہاں سے گزر ہوا، انہوں نے نبی کریم ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ یہ صفیہ ہیں۔ یہ بات ان پر گراں گزری اور کہنے لگے سبحان اللہ۔ (یعنی آپ ﷺ کو اس وضاحت کی زحمت کیوں اٹھانی پڑی) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ تمہارے دلوں میں کوئی بات نہ آجائے[25]۔

یہاں شبہ سے بچنے کے لئے آنحضرت ﷺ نے انصاری مسلمانوں کے سامنے حضرت صفیہ کا تعارف کروایا۔ گویا کہ انسان کو شبہات سے احتراز کرنا چاہئے اگر وہ یہ احتیاط نہ کرے تو کسی تہمت کا شکار ہو سکتا ہے۔

د۔ حضرت عقبہ بن ابی الحارث نے ابواہاب بن عزیز کی صاحبزادی سے نکاح کیا تو ان کے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ میں نے عقبہ کو اور جس سے اس کا نکاح ہوا ہے، اس کو دودھ پلایا ہے۔ (یہ سن کر) عقبہ نے کہا، مجھے نہیں معلوم کہ تم نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ تم نے کبھی مجھے بتایا ہے۔ (اس عورت کو تو یہ کہہ دیا لیکن خود اپنی تسلی کے لئے) عقبہ

سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے اس معاملے کے متعلق دریافت کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا، کس طرح (تم اس لڑکی سے رشتہ رکھو گے) حالانکہ (اس کے متعلق یہ) کہا گیا تب عقبہ بن حارث نے اس لڑکی کو چھوڑ دیا اور اس (لڑکی) نے دوسرا نکاح کر لیا[26]۔

اس روایت میں رسول اللہ ﷺ نے شبہ دور کرنے کے لئے عقبہ کو نکاح ختم کرنے کا فرمایا تاکہ ان کا یہ فعل حرام کا ذریعہ نہ بن جائے، یعنی ایسی خاتون سے حق زوجیت ادا کرنے کا سبب نہ بنے جس کے ساتھ ان کا نکاح ہی درست نہ ہو، کیونکہ نکاح کے عدم جواز کی دلیل قائم ہو چکی تھی اگرچہ وہ قطعی نہیں تھی، علماء کا اس پر اجماع ہے کہ ایسے معاملات میں ایک عورت کی گواہی کافی نہیں ہوتی لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کو احتیاطاً یہ رشتہ ختم کرنے کی ہدایت فرمائی کیونکہ بہر حال رشتہ درست نہ ہونے کا شبہ موجود تھا[27]۔

صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کے تربیت یافتہ تھے۔ مشتبہ چیزوں سے بچنے کا ذوق ان کو رسول اللہ ﷺ سے ملا تھا۔ چنانچہ وہ بھی مشتبہات سے پرہیز ہی کیا کرتے تھے۔ صحابہ کرام کے حالات بھی اس اعتبار سے سیرت النبی کے دائرے میں آتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے براہ راست صحبت یافتہ تھے اسلئے یہاں صحابہ کرام کے دو واقعات ذکر کئے جا رہے ہیں:

ا۔ حضرت صدیق اکبر کے بارے میں مروی ہے کہ ان کے ایک غلام نے کھانے کی کوئی چیز ان کی خدمت میں پیش کی، آپ نے اس چیز میں سے کچھ کھا لیا، اس کے بعد غلام نے بتایا کہ مجھے یہ چیز اس طرح حاصل ہوئی تھی کہ اسلام کے دور سے پہلے جاہلیت کے دور میں ایک آدمی کو میں نے اپنے آپ کو کاہن ظاہر کر کے کچھ بتلایا تھا، اس زمانے میں کاہن لوگوں کو مستقبل کے احوال وغیرہ بتلاتے تھے، جیسے آج کل نجومیوں کا طرز عمل ہوتا ہے، شریعت میں ان کے پاس جانے کی سخت ممانعت ہے۔ جب غلام نے کہا کہ اس کہانت کے بدلہ میں اس شخص نے مجھے یہ چیز دی تھی جو میں نے آپ کو کھانے کے لیے دی تو حضرت ابو بکر نے فوراً حلق میں انگلی ڈال کر قے کر دی[28]۔

چونکہ وہ چیز مشتبہ ہو گئی اسلئے حضرت ابو بکر نے حلق میں انگلی ڈال کر قے کر دی تاکہ ان کے پیٹ میں مال مشتبہ کا کوئی لقمہ باقی نہ رہے۔ یہاں یہ واضح رہے کہ لاعلمی میں کوئی چیز کھالی جائے تو اس پر مواخذہ نہیں ہوتا لیکن یہ حضرت ابو بکر کی احتیاط تھی کہ انہوں نے اس کو گوارا نہ کیا۔

ب۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دودھ نوش فرمایا تو انہیں بہت اچھا لگا، جس شخص نے انہیں دودھ پلایا تھا اس سے امیر المؤمنین نے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں کا ہے؟ اس نے انہیں بتایا کہ ایک پانی پر (یعنی نام لے کر بتایا کہ فلاں جگہ جہاں پانی تھا) میں گیا، وہاں زکوۃ کے بہت سے اونٹ موجود تھے، اونٹ والوں نے اونٹوں کا تھوڑا سا دودھ نکالا، اس میں

سے تھوڑا سا دودھ میں نے بھی لے کر اپنی مشک میں ڈال لیا، یہ وہی دودھ ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ اپنے منہ میں ڈالا اور قے کر دی[29]۔

یہاں اس بات کا امکان تھا کہ اس غلام کو بطور صدقہ کے یہ دودھ دیا گیا ہو، اسلئے سیدنا عمر نے وہ دودھ اپنے جسم کا حصہ بنانا پسند نہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ عمل کمالِ تقویٰ اور انتہائی احتیاط کی بنا پر تھا، ورنہ اگر مستحقِ زکوۃ' مال کا مالک ہو جانے کے بعد اسے کسی غیر مستحقِ زکوۃ کو ہبہ کر دے یا اسے تحفہ کے طور پر دے دے تو اسے استعمال میں لانا اور کھانا جائز ہوتا ہے۔

۲۔ مشتبہ الفاظ سے اجتناب کا حکم:

ایسے الفاظ جن کے معانی سے کوئی اشتباہ پیدا ہوتا ہو تو ان کو استعمال کرنے سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ ایک روایت میں مذکور ہے کہ اپنے غلام یا باندی کو "عبدی" اور "اُمتی" نہ کہو، اگرچہ "عبدی" کا ظاہری ترجمہ یہی ہے کہ اے میرے غلام! مگر اس لفظ سے یہ اشتباہ ہو سکتا ہے کہ پکارنے والا شاید اپنے آپ کو معبود سمجھ رہا ہو اور کہہ رہا ہو کہ "عبدی" اے میرے بندے! اور "اُمتی" اے میری بندی! حالانکہ معبود تو صرف اللہ کی ذات ہے، تو ان الفاظ کے استعمال سے منع فرمادیا۔ اور فرمایا کہ: یہ کہہ دو: اے جوان![30]

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ارشاد فرمایا کہ: "لَا تَقُوْلُوْا لِلْعِنَبِ الْكَرَمَ"[31] "انگور کو "کرم" نہ کہو"۔

کیونکہ کرم کے معنی فیاضی، سخاوت اور بخشش کے ہیں، اور کرم تو مومن آدمی کا دل ہوا کرتا ہے۔ انگور سے چونکہ شراب بنائی جاتی ہے، اس لفظ سے بالواسطہ شراب کی تعریف ہوتی ہے، اس لیے آنحضرت ﷺ نے انگور کو کرم کہنے سے بھی منع فرمادیا۔

۳۔ احتیاطاً کسی مرغوب اور مستحب فعل کا ترک کرنا:

بعض اوقات نبی کریم ﷺ کو کوئی فعل پسند ہوتا تھا، لیکن آپ ﷺ اس لئے اس کو ترک فرمادیتے کہ لوگ اس کو واجب نہ سمجھنے لگ جائیں۔ جیسے صحابہ نے نماز تراویح تین راتوں تک آپ ﷺ کی اقتداء میں ادا کی، چوتھی رات بھی صحابہ کرام کا بڑا مجمع نبی کریم ﷺ کی اقتداء میں نماز تراویح پڑھنے کے لئے موجود تھا لیکن آپ ﷺ تشریف نہ لائے، فجر کی نماز کے لئے تشریف لائے، نماز کے بعد صحابہ سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ مجھے تم لوگوں کے یہاں موجود ہونے کا علم تھا لیکن مجھے یہ اندیشہ ہے کہ یہ نماز تم پر لازم ہو جائے گی، اور پھر تم لوگ مشکل کا شکار ہو جاؤ[32]۔ یہی طرز عمل صحابہ میں بھی موجود تھا۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اسلئے قربانی نہیں کرتے تھے کہ لوگ اس کو واجب نہ سمجھنے لگ جائیں[33]۔ حضرت ابوایوب انصاری فرماتے ہیں کہ ہم اپنے اہل وعیال کی جانب سے قربانی کیا کرتے تھے لیکن جب لوگ اس میں دکھلاوا کرنے لگے تو ہم

نے یہ عمل ترک کر دیا[34]۔ الشاطبی نے اس رویے کو احتیاط کا نام دیا ہے کہ دین میں مستحسن سمجھے جانے والے عمل کو اس وجہ سے چھوڑ دیا جائے کہ لوگ اس کو ضروری نہ سمجھنے لگ جائیں[35]۔ اس ضمن میں آپ ﷺ کا یہ رویہ بھی ذکر کیا جاسکتا ہے جس میں آپ ﷺ نے قوم کے فتنے کے اندیشے سے کسی مرغوب معاملے کو ترک کیا ہو، جیسے فتح مکہ کے بعد آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ بیت اللہ کو بنائے ابراہیمی کے مطابق تعمیر کیا جائے، لیکن لوگوں میں تشویش پھیلنے کے اندیشے آپ ﷺ نے اپنی خواہش پر عمل نہیں کیا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے حضرت عائشہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے عائشہ! اگر تمہاری قوم کو کفر و شرک سے تائب ہوئے تھوڑا وقت نہ گزرا ہوتا تو میں بیت اللہ کو منہدم کر دیتا، اور (دوبارہ تعمیر میں) اس کے دو دروازے بنا دیتا، ایک دروازے سے لوگ داخل ہوتے اور دوسرے سے نکلتے[36]۔

۴۔ مکی زندگی میں احتیاط کا پہلو:

مکی زندگی میں مسلمان حالت جبر میں زندگی بسر کر رہے تھے، قریش ان کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے، اسلئے نبی کریم ﷺ کی مکی زندگی میں جان اور دین کی سلامتی کے لئے تدابیر ہمیں متعدد مقامات پر نظر آتی ہیں۔ یہ تدابیر خطرات سے بچنے کے لئے بطور پیشگی حکمت عملی اور طلب سلامتی کے طور پر اختیار فرمائی گئیں اس لئے ان سطور میں ان کو ذکر کیا جا رہا ہے:

الف۔ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دوپہر کو ہمارے گھر تشریف لائے، اس وقت آپ ﷺ کا ہمارے ہاں آنے کا معمول نہیں تھا۔ جب حضرت ابو بکر نے آپ ﷺ کو دیکھا تو کہنے لگے کہ آج نبی کریم ﷺ کسی اہم سلسلے میں تشریف لائے ہیں۔ جب آپ ﷺ داخل ہوئے تو حضرت ابو بکر نے بستر پر آپ ﷺ کو بٹھایا، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس وقت گھر میں میں اور میری بہن اسماء والد ابو بکر کے ساتھ موجود تھیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں کو باہر بھیج دیں، حضرت ابو بکر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ میری بیٹیاں ہیں، میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں معاملہ کیا ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہجرت کی اجازت دی ہے۔ پھر آپ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق گھر کی عقبی جانب موجود ایک چھوٹے دروازے سے باہر نکلے، اور غار ثور کی جانب روانہ ہوئے، آپ ﷺ کی ہجرت کی خبر صرف سیدنا علی اور حضرت ابو بکر اور ان کی آل کو تھی، باقی سب اس سے بے خبر تھے[37]۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ:

- رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کا معاملہ سب پر مخفی رکھا، صرف حضرت علی اور حضرت ابو بکر کو اس کا علم تھا۔
- حضرت ابو بکر کو ہجرت کے معاملے سے آگاہ کرنے کے لئے آپ ﷺ نے تخلیہ کرنے کا حکم دیا۔

- بوقت روانگی گھر کے مرکزی دروازے سے نکلنے کی بجائے عقبی جانب سے نکلنا پسند کیا، عموما مرکزی دروازہ گلی کی آبادی والی جانب ہوتا ہے وہاں سے نکلنے میں لوگوں کو خبر ہونے کا خدشہ ہوتا ہے، اسلئے پچھلی جانب سے آپ ﷺ تشریف لے گئے۔
- مکہ مکرمہ سے نکل کر مدینہ منورہ کی جانب سفر کرنے کی بجائے کسی خفیہ مقام پر روپوش ہونے کا فیصلہ کیا، کیونکہ ایسے مواقع پر مطلوب شخص کی منزل کا علم ہو تو عام طور پر منزل کی طرف جانے والے راستے میں اس کو تلاش کیا جاتا ہے، لوگوں کی اس عمومی نفسیات کے پیش نظر آپ ﷺ نے یہ فیصلہ فرمایا، تاکہ تعاقب کا خطرہ کم کیا جاسکے۔

یہ تمام اقدامات خطرات کے تدارک کے لئے تھے۔ ان نازک حالات میں جو احتیاطی تدبیر اختیار کی جاسکتی تھی آپ ﷺ نے اس کو اختیار فرمایا۔

ب۔ مکی دور میں آپ ﷺ صحابہ کرام کو لے کر مکہ مکرمہ کی گھاٹیوں میں تشریف لے جایا کرتے تھی، وہاں نماز ادا کی جاتی تھی، ایک مرتبہ ایسے ہی جب مسلمان خفیہ طور پر نماز ادا کر رہے تھے، اتنے میں قریش کے کچھ لوگ اس طرف آنکلے، مسلمانوں کو نماز پڑھتا دیکھ کر ان کا تمسخر اڑانے لگے، یہ دیکھ حضرت سعد بن وقاص نے ان میں سے ایک کو ہڈی کھینچ ماری جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا[38]۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جبر کے حالات میں دین کی حفاظت کے لئے احتیاطی تدابیر اختیار کرنا دین کا تقاضا ہے۔ مکہ مکرمہ میں صحابہ کرام کو علی الاعلان نماز پڑھنے میں دشواری تھی تو صحابہ کرام احتیاطی تدابیر کا استعمال کرتے ہوئے گھاٹیوں اور نواحی وادیوں میں جا کر نماز ادا کرتے تھے۔

۵۔ غزوات میں حزم واحتیاط کا پہلو:

مشکل حالات میں پہلے سے کوئی محفوظ لائحہ عمل مرتب کرنا حزم واحتیاط کا تقاضا ہے۔ نبی کریم ﷺ غزوات اور جنگی مہمات سے پہلے ان کا مکمل لائحہ عمل مرتب فرماتے تھے۔

الف۔ جس جگہ کا قصد ہوتا اس کو احتیاطا مخفی رکھا جاتا، بعض اوقات راستہ ایسا اختیار کیا جاتا تاکہ لوگوں کو منزل کا اندازہ نہ ہو سکت تاکہ اگر دشمن کے جاسوس تاک میں ہیں تو انہیں خبر نہ ہو سکے۔ فتح مکہ کی تیاریوں میں آپ ﷺ نے احتیاط کا پہلو اس قدر کمال سے ملحوظ رکھا کہ اہل مکہ کو مسلمانوں کی تیاریوں یا ان کی روانگی کی ہوا بھی نہ لگ سکی انہیں خبر اس وقت ہوئی جب مسلمان مکہ کے قریب پہنچ کر مر الظہران کے مقام پر پڑاؤ ڈال چکے تھے[39]۔

ب۔ میدان جنگ میں آپ ﷺ مسلمانوں کے پڑاؤ کے انتخاب میں احتیاط کو ملحوظ رکھتے، ایسی جگہ منتخب فرماتے جو مسلمانوں کے فائدہ میں ہوتی۔ غزوہ بدر میں میٹھے پانی کے کنویں پر مسلمانوں نے قبضہ کیا، وہاں حوض بنا کر باقی کنویں پاٹ دیئے گئے تاکہ دشمن ان سے فائدہ نہ اٹھا سکے[40]۔ اور میدان جنگ میں مسلمانوں کا رخ مغرب کی جانب رکھتے ہوئے سورج کو اپنی پشت پر رکھا، جبکہ قریش کا رخ سورج کی جانب تھا[41]۔ گویا ایسے رخ کا انتخاب کیا تھا کہ دوران جنگ مسلمانوں کو سورج کی تمازت (دھوپ اور چمک) نقصان نہ دے۔ (چمک سے بسا اوقات آنکھیں چندھیا جاتی ہیں ایسی حالت میں لڑائی مشکل ہو جاتی ہے) اسی طرح غزوہ احد میں ایسی جگہ کا انتخاب فرمایا کہ پشت کی جانب احد پہاڑ تھا، لشکر کے جس پہلو میں کھلا میدان تھا وہاں ایک ٹیلے پر تیر انداز دستہ متعین فرمادیا تھا[42] تاکہ دشمن وہاں سے حملہ آور نہ ہو سکے۔ احتیاط پر مبنی اس ماہرانہ حکمت عملی کی بدولت دشمن کی عددی برتری کو آپ ﷺ نے بے اثر کر دیا تھا، دشمن باوجود عددی برتری رکھنے کے مسلمانوں پر صرف سامنے سے ہی حملہ آور ہو سکتا تھا، ایک جانب لڑنا مسلمانوں کے لئے نسبتا آسان تھا۔ اگر آپ ﷺ کی ہدایات پر مکمل عمل کیا جاتا تو اس غزوہ میں بھی قریش کو بدر کی طرح ہزیمت اٹھانا پڑتی۔

۶۔ روزمرہ کے امور میں احتیاط کا پہلو:

روزمرہ کے بظاہر معمولی سمجھے جانے والے امور میں رسول اللہ ﷺ احتیاط کو مدنظر رکھا کرتے تھے۔ ذیل میں نبی کریم ﷺ کے اس نوع کے کچھ معمولات وہدایات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

ا۔ نبی کریم ﷺ بستر پر لیٹنے سے پہلے اس کو جھاڑنا پسند فرماتے تھے تاکہ اگر اس میں کوئی موذی چیز ہو تو وہ دور ہو جائے۔ حضرت ابوہریرۃ آپ ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی شخص بستر پر لیٹنے کا ارادہ کرے تو پہلے اپنا بستر اپنی ازار کے اندورنی کنارے سے جھاڑ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے پیچھے (اس کی بے خبری میں) کیا چیز اس پر آ گئی ہے[43]۔

۲۔ نیند سے بیدار ہونے کے بعد وضو یا طہارت کی غرض سے پانی درکار ہو تو ہاتھ دھوئے بغیر پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے منع فرمایا، کیونکہ نیند کی حالت میں ہاتھ پر نجاست یا مضر صحت چیز لگنے کا امکان ہے، بغیر دھوئے اگر پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالا جائے تو پانی بھی نجس یا مضر صحت ہو جائے گا، بطور احتیاط آپ ﷺ نے امت کو یہ تلقین فرمائی۔ درج ذیل روایت ملاحظہ ہو:

جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو وہ اپنے وضو کے پانی میں ہاتھ نہ ڈالے بلکہ پہلے اس کو تین دفعہ دھو لے کیونکہ اس کو نہیں معلوم کہ اس (ہاتھ) نے رات کہاں گزاری ہے[44]۔

۳۔ جس برتن کا کنارہ ٹوٹا ہو، رسول اللہ ﷺ نے اس سے پینا ناپسندیدہ قرار دیا، کیونکہ ایسا کرنے سے منہ زخمی ہو سکتا ہے اسی طرح ٹوٹا ہوا کنارہ برتن دھوتے ہوئے اچھی طرح صاف نہیں ہوتا، بطور احتیاط آپ ﷺ نے یہ تاکید فرمائی کہ ایسے برتن سے مت پیو[45]۔

۴۔ پانی یا کوئی مشروب پیتے ہوئے برتن میں سانس لینے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا[46]۔ یہ بھی مضر صحت اثرات سے محفوظ رہنے کے لئے ایک احتیاطی تدبیر ہے۔

۵۔ قضائے حاجت کے بعد ہاتھ اچھی طرح صاف کرنا حفظان صحت کی ایک احتیاطی تدبیر ہے۔ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کا معمول اس روایت میں ملاحظہ فرمائیے:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب استنجاء کر لیا تو اپنے ہاتھوں کو زمین پر رگڑا[47]۔

مٹی جراثیم ختم کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس لئے امت کی تعلیم کی خاطر آپ ﷺ نے یہ عمل انجام دیا۔ موجودہ دور میں اس سنت پر عمل کرنے کی صورت صابن سے ہاتھ دھونا ہے۔

احتیاط اور عصری تقاضے

موجودہ دور ترقی کی معراج کا زمانہ ہے۔ ترقی نے انسان کے لئے بہت ساری آسانیاں پیدا کی ہیں وہاں اپنے دامن میں کئی پیچیدگیاں بھی لے کر آئی ہے۔ اسلئے اس دور میں رہنے والے افراد احتیاط پر عمل پیرا ہونے کے زیادہ محتاج ہیں۔ شریعت نے زندگی کے مختلف معاملات میں کچھ اخلاقیات انسان کو تعلیم کر رکھے ہیں، مذہبی لٹریچر میں ان کو آداب کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے، جیسے کھانے پینے کے آداب اور سونے کے آداب وغیرہ۔ ان آداب پر عمل بھی احتیاط ہی کا ایک پہلو ہے کیونکہ یہ آداب انسان کو مختلف مضر اثرات سے بچانے کے لئے تعلیم کئے گئے ہیں۔ ذیل میں زندگی کے مختلف شعبہ جات میں احتیاط کے پہلو کو اجاگر کیا جا رہا ہے:

ا۔ معاشی زندگی میں احتیاط:

عصر حاضر کو صنعتی دور کہا جاتا ہے۔ گذشتہ زمانے میں کاروبار کا سادہ طریقہ کار تھا۔ اب صنعت کی ترقی نے معاشی حرکیات کی پیچیدہ صورتوں کو متعارف کروایا ہے۔ معاشی زمام کار غیر مسلم اقوام کے ہاتھ میں ہے۔ معاشی حرکیات کو مرتب کرنے کا اختیار بھی انہی کا ہے۔ جس کی وجہ سے ان میں بہت سارے ایسے عناصر بھی شامل ہیں جو ازروئے اسلامی شریعت درست نہیں ہیں۔ معاصر فقہاء ان کا جائز متبادل تلاش کرنے کی جدوجہد میں رہتے ہیں۔ یہ متبادل فقہاء کے اجتہاد کا ثمرہ ہوتا ہے، اسلئے بسا اوقات معاصر فقہاء کے اجتہادات باہم متضاد ہوتے ہیں۔ ایک فقیہ کے ہاں ایک معاملہ جائز جب کہ دوسرے کے ہاں ناجائز ہوتا ہے۔ اس صورتحال میں مسلمان کو معاشی سرگرمیاں اختیار کرنے میں احتیاط سے کام لینے

کی ضرورت ہے کہ وہ اس نکتہ نظر پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرے جس میں احتیاط کا پہلو غالب ہو۔ ربا معاشی سرگرمیوں کی ایک بنیادی خرابی ہے۔ لیکن بعض اوقات کسی مخصوص معاملے میں ربا کے پائے جانے میں معاصر فقہاء کا اختلاف ہوتا ہے، اختلاف کی دیگر وجوہات میں ایک وجہ ربا کے تحقق کی ہوتی ہے۔ ربا کی تعریف میں اختلاف کی وجہ سے کچھ فقہاء اس معاملے میں ربا کے اطلاق کو تسلیم نہیں کرتے۔ مثلاً پیداواری مقاصد کے لئے حاصل کئے گئے قرضے پر اضافہ وصول کرنا بعض علماء کے نزدیک سود کے زمرے میں نہیں آتا۔ ان علماء کے ہاں تجارتی وپیداواری قرضوں پر اضافہ لینے کو ربا کی تعریف سے خارج سمجھا گیا ہے۔ برصغیر میں سرسید احمد خان، ڈپٹی نذیر احمد، سید طفیل احمد منگلوری [48]، جعفر شاہ پھلواری اور ڈاکٹر فضل الرحمٰن اس نقطہ نظر کے حامی ہیں [49]۔ جبکہ جمہور علماء کے نزدیک پیداواری قرضہ جات پر بھی اضافہ لینا سود کے زمرے میں آتا ہے [50]۔ ایسی صورتحال میں ایک عام آدمی اس کے لئے اس نکتہ نظر کو اپنانا احوط ہے جس میں ربا جیسے شنیع عمل کا شائبہ بھی نہ ہو، یعنی ربا جیسے حساس معاملے میں مجوزین کی بجائے مانعین کا موقف اپنانا احتیاط کا تقاضا ہے۔ کیونکہ ربا ایک ایسا معاملہ ہے جس کے بارے میں حضرت عمر کا ارشاد ہے:

دعوا الربا والريبة[51] "ربا کو چھوڑ دو اور ربا کے شبہ کو بھی ترک کرو"۔

گویا معاشی معاملات میں ربا کا شبہ جہاں پایا جائے گا تو احتیاطاً اس معاملے کو ترک کرنا بہتر ہے۔ اسی طرح قمار [52] اور غرر [53] ایسے معاملات ہیں جو معاشی سرگرمیوں کو خلاف شریعت بنادیتے ہیں، اسلئے معاشی معاملات میں ملوث ہونے سے پہلے یہ اطمینان کرلینا چاہئے کہ مذکورہ معاملہ ربا، غرر اور قمار سے پاک ہے۔ اس میں یہ امر مدنظر رہے کہ یہاں اور زندگی کے دیگر معاملات میں احتیاط پر عمل پیرا ہونا محمود ہے، وسوسہ کی اتباع کرنا باعث نقصان ہے۔

۲۔ غذا میں احتیاط:

شریعت نے انسانی غذا کے لئے دو شرائط رکھی ہیں۔ ا۔ حلال ہونا۔ ۲، طیب ہونا

حلال کا لفظی معنی جائز، روا، مباح یا غیر ممنوع وغیرہ ہے۔ لفظ "حل" کے اصلی معنی گرہ کھولنے کے ہیں جو چیز انسان کے لئے حلال کر دی گئی گویا ایک گرہ کھول دی گئی اور پابندی ہٹا دی گئی۔ شریعت کی رو سے حلال وہ ہے جس کی اجازت ہو۔ (54)

طیب ایک جامع اصطلاح ہے اور اس کے معانی مختلف ہیں مثلاً صاف وستھرا، پاکیزہ، اچھا اور عمدہ، خوشگوار، خوش ذائقہ، نفیس وغیرہ۔ دین اسلام چونکہ انسان کی دنیوی فلاح اور اخروی نجات دونوں ہی کے لیے آیا ہے اس لیے طیبات کے ذریعے وہ انسانی جسم اور روح دونوں ہی کی مفید نمو و ترقی چاہتا ہے کیونکہ عمدہ اور مفید غذا ہی صحت بخش ہوتی ہے اور پاکیزہ غذا سے ہی پاکیزہ اخلاق پروان چڑھتے ہیں۔ طیب کی اصطلاحی تعریف یوں کی گئی ہے:

"طیب کے معنی ہیں پاکیزہ جس میں شرعی حلال ہونا بھی داخل ہے اور طبعی مرغوب ہونا بھی"۔(55)

موجودہ دور میں شریعت کی تعلیم کردہ اس ہدایت پر عمل کرنے میں خوب احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ تاکہ انسان کی غذا حلال اور طیب ہو۔

دور حاضر کے انسان کو عموما اور ہمارے معاشرے میں رہنے والے افراد کو خصوصا تساہل پسندی اور غذا کے انتخاب میں غفلت کی وجہ سے بہت ساری جسمانی پیچیدگیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر ان احتیاطات پر عمل پیرا ہو کر غذا کا انتخاب کیا جائے جن کی راہنمائی ہمیں سیرت نبوی ﷺ میں ملتی ہے تو بہت ساری پیچیدگیوں سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔ ذیل میں ایسی کچھ احتیاطوں کا ذکر کیا جارہا ہے:

۱۔ بلا طلب کھانا نہیں کھانا چاہئے، کھانا صرف اسی وقت کھایا جائے جب بھوک خوب چمک اٹھے۔ آپ ﷺ بلا طلب کھانا تناول نہیں فرماتے تھے۔ یہ حفظان صحت کا بنیادی اصول ہے کیونکہ انسان جب بغیر اشتہاء و طلب کے کوئی غذا کھاتا ہے تو یہ اس کے لئے فائدے کی بجائے نقصان کا سبب بنتا ہے[56]۔

۲۔ کھانے میں وہ غذا استعمال کرنی چاہئے جو زود ہضم ہو۔ نبی کریم ﷺ کو بکری کی دستی مرغوب تھی اور گوشت میں سے دستی اور گردن کا حصہ آسانی سے ہضم ہونے والا اور معدہ کے لئے خفیف ثابت ہوتا ہے۔ وہ غذا جس میں تین اوصاف ہوں تو وہ بہترین غذا سمجھی جاتی ہے: ا۔ معدہ پر بوجھ نہ ہو، ۲۔ اس کا نفع زیادہ اور اعضاء کے لئے مقوی ہو، ۳۔ جلد ہضم ہونے والی ہو۔ اور یہ تین صفات بکری کی دستی میں موجود ہیں[57]۔

۳۔ اپنے علاقے میں موجود پھلوں کا استعمال صحت کے لئے بہت مفید ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی علاقے کو پھلوں کی وہی پیداوار عطا کرتا ہے جس میں اس علاقے کے رہنے والے لوگوں کا نفع ہو۔ رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کے پھل تناول فرمایا کرتے تھے[58]۔

۴۔ ٹیک لگا کر کھانا صحت کے لئے مضر ہے۔ کیونکہ اس طرح کھانے سے غذا معدہ تک سہولت کے ساتھ نہیں پہنچتی۔ نبی کریم ﷺ کا اکڑوں بیٹھ کر کھانا تناول فرمانے کا معمول تھا۔ یہ بیٹھنے کی ایسی حالت ہے جس میں تمام اعضاء اپنی طبعی ہیئت کے ساتھ ہوتے ہیں اور کھانا معدہ تک بآسانی پہنچتا ہے[59]۔

۵۔ مختلف اوصاف کی حامل غذاؤں کو جمع کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ کی عادت مبارکہ یہی تھی۔ ابن القیم لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ درج ذیل غذاؤں کو جمع کرنے سے گریز فرماتے تھے:

دودھ اور مچھلی۔ دودھ اور کھٹی چیز۔ سرد مزاج رکھنے والی غذائیں۔ گرم مزاج رکھنے والی غذائیں۔ زود ہضم اور تاخیر سے ہضم ہونے والی۔ دودھ اور انڈہ۔ دودھ اور گوشت۔ بھنا ہوا اور پکا ہوا[60]۔

۶۔ شام کا کھانا بطور خاص کھانا چاہیئے۔ رسول اللہ ﷺ رات کے کھانے کا حکم فرماتے تھے چاہے کھجور کی ایک مٹھی ہی کیوں نہ ہو۔ نیز رات کے کھانے کے بعد کچھ پیدل چلنا چاہیئے [61]۔

۷۔ درج ذیل امور کے بعد پانی پینا ناپسند ہے:

کھانے کے بعد

تھکاوٹ کے وقت

محنت مشقت کے بعد

حقوق زوجیت کی ادائیگی کے بعد

پھل کھانے کے بعد

نیند سے اٹھنے کے بعد [62]

۸۔ کھانے کے برتنوں کو ڈھانپ کر رکھنا چاہیئے، بالخصوص رات کے وقت بطور خاص اس کا اہتمام کرنا چاہیئے [63]۔

غذا کے معاملے میں احتیاط پر عمل کرنے سے انسان کی زندگی آسان ہو جاتی ہے۔

۳۔ گھریلو زندگی میں احتیاط:

گھر انسان کے سکون کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ گھریلو سکون مال اور اولاد کی حفاظت سے عبارت ہے۔ اس سکون کے حصول کے لئے نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ملاحظہ ہو:

عن جابر، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: " اغلقوا الباب واوكئوا السقاء واكفئوا الإناء او خمروا الإناء واطفئوا المصباح فإن الشيطان لا يفتح غلقا ولا يحل وكاء ولا يكشف آنية وإن الفويسقة تضرم على الناس بيتهم [64]

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”(سوتے وقت) دروازہ بند کر لو، مشکیزہ کا منہ باندھ دو، برتنوں کو اوندھا کر دو یا انہیں ڈھانپ دو اور چراغ بجھا دو، اس لیے کہ شیطان کسی بند دروازے کو نہیں کھولتا ہے اور نہ کسی بندھن اور برتن کو کھولتا ہے، (اور چراغ اس لیے بجھا دو کہ) چوہا لوگوں کا گھر جلا دیتا ہے۔

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں:

خَمِّرُوا الآنِيَةَ، وَأَوْكُوا الأَسْقِيَةَ، وَأَجِيفُوا الأَبْوَابَ وَاكْفِتُوا صِبْيَانَكُمْ عِنْدَ العِشَاءِ، فَإِنَّ لِلْجِنِّ انْتِشَارًا وَخَطْفَةً، وَأَطْفِئُوا المَصَابِيحَ عِنْدَ الرُّقَادِ، فَإِنَّ الفُوَيْسِقَةَ رُبَّمَا اجْتَرَّتِ الفَتِيلَةَ فَأَحْرَقَتْ أَهْلَ البَيْتِ [65]

رات کے وقت برتنوں کو ڈھانپ دو، پانی کے برتنوں کے منہ بند کر دو، دروازوں کو بند کر دو اور اپنے بچوں کو عشاء کے وقت باہر جانے سے روکو۔ کیونکہ وہ جنات کے پھیل جانے اور دست درازی کرنے کا وقت ہے اور سوتے وقت چراغ بجھا دیا کرو۔ کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ چوہیا چراغ کی بتی کھینچ لے جاتی ہے اور گھر والوں کو جلا ڈالتی ہے۔

ان روایات میں جان و مال کی حفاظت کے لئے اہم اصولی ہدایات ارشاد فرمائی گئی ہیں۔ جن پر عمل کرنا ہر زمانے کے انسان کی ضرورت ہے۔ ذیل میں اس کی مختصر وضاحت کی جا رہی ہے:

ہم ایک ترقی پذیر ملک میں رہتے ہیں جہاں امن و امان کی صورتحال کمزور ہے۔ ان حالات میں اپنے جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری خود ادا کرنا ہوتی ہے۔ اس روایت میں سوتے وقت دروازہ بند کرنے کی ہدایت میں یہی حکمت ہے کہ اس تدبیر پر عمل کرنے سے انسان چور اور دیگر نقصان دہ عوامل کی ایذا رسانی سے محفوظ ہو سکتا ہے۔

برتن ڈھانپ کر رکھنا انسان کو ضرر رساں اثرات سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس احتیاطی تدبیر پر عمل ہر وقت ہونا چاہئے البتہ رات کو سونے سے قبل بطور خاص اس کا اہتمام کرنا چاہئے۔ اس پر عمل نہ کرنے کا نتیجہ جانی نقصان کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے اگر برتن نہ ڈھانپنے کی وجہ سے اس میں کوئی مضر چیز شامل ہو گئی، جیسا کہ آئے روز اخبارات کے ذریعے اس قسم کی اطلاعات ہم تک پہنچتی رہتی ہیں۔

سونے سے پہلے بجلی و گیس کے وہ تمام آلات بند کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے جن سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ روایت میں چراغ بجھانے کا حکم ہے، اسی ذیل میں روشنی اور موسم کی شدت سے بچنے والے آلات بھی آتے ہیں۔ اس احتیاط پر عمل نہ کرنے کے نتیجے میں جانی نقصان کا یقینی خطرہ ہوتا ہے۔ سردیوں کے موسم میں اکثر اس احتیاط پر عمل نہ ہونے کی وجہ سے گیس کے ہیٹرز کمرے میں کھلے رہ جاتے ہیں جس سے بسا اوقات کمرے میں رہائش پذیر تمام افراد کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

بچوں کو رات کے وقت باہر جانے سے روکنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ اس میں وہ تمام اوقات اور مقامات شامل ہیں جس سے بچوں کو نقصان ہونے کا اندیشہ ہو۔ آج کل والدین معصوم بچوں کو تعلیمی اداروں کے زیر اہتمام پہاڑی علاقوں کی طرف تفریحی دوروں پر بغیر پیشگی احتیاطی تدابیر اپنائے روانہ کر دیتے ہیں، اس بے احتیاطی کے ہولناک نتائج بھی بسا اوقات بھگتنا پڑ جاتے ہیں۔ اسلئے بچوں کو نقصانات سے بچانا والدین و سرپرستوں کا بنیادی فرض ہے۔

اس تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ گھریلو زندگی میں اپنی اور اپنے اہل و عیال کی جان اور مال کی حفاظت کے لئے ہر قسم کی احتیاطی تدابیر اپنانا سرپرستوں کا فرض ہے اور یہی سیرت نبوی کی تعلیم بھی ہے۔

نتائج وسفارشات:

اس تحقیق کے نتائج وحاصلات یہ ہیں کہ:

ا۔شریعت اسلامی ہر شعبہ زندگی میں انسان کی راہنمائی کرتی ہے۔یہ راہنمائی مختلف انواع کی ہوتی ہے۔کچھ ہدایات پر عمل پیرا ہونا انسان کے لئے لازم ہوتا ہے جن کو قانونی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔اور کچھ ہدایات انسان کو خطرات اور مضر اثرات سے بچانے کے لئے ہوتی ہیں جن کو احتیاط کا نام دیا جاسکتا ہے۔ان ہدایات پر عمل کرنے کی ترغیب بھی قرآن وسنت اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت مطہرہ سے ثابت ہے۔

۲۔خطرات کی روک تھام کے لئے پیشگی منصوبہ بندی کرنا اور احتیاط پر عمل پیرا ہونا نبی کریم ﷺ کا اسوہ حسنہ ہے۔

۳۔احتیاط کا ایک پہلو یہ ہے یہ ایک شرعی اصول ہے۔دوسرا پہلو اس کا سماجی نوعیت کا ہے جس کا مقصد انسان کی سلامتی اور خطرات سے بچاؤ ہے۔

۴۔معاصر زمانے میں کاروباری پیچیدگیوں میں احتیاط سے کام لینے کی اشد ضرورت ہے تاکہ انسان کی غیر شرعی معاملے میں ملوث نہ ہو۔

۵۔عصر حاضر میں غذا کے انتخاب میں احتیاط پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ماضی کی نسبت زیادہ ہے۔

۶۔گھریلو زندگی میں مال واولاد کی عافیت کے لئے احتیاطی تدابیر پر عمل پیرا ہونا احتیاط کا تقاضا ہے۔

مقالہ کے مندرجات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ سماجی زندگی سمیت،زندگی کے تمام معاملات میں احتیاط پر عمل کرنا دین کا مطالبہ ہے۔

اس تحقیق کی روشنی میں درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

ا۔رسول اللہ ﷺ کی سیرت مطہرہ کے دیگر گوشوں کا جائزہ لے کر اس میں احتیاط کے پہلو کو اجاگر کرنا چاہئے۔

۲۔احتیاط کی اصطلاح کی مزید وضاحت کرتے ہوئے اس کی تقسیم کی جائے کہ مختلف احتیاطی تدابیر پر عمل کرنے کی فقہی حیثیت کیا ہے۔

۳۔احتیاط کے فقہی پہلو پر کام کی ضرورت ہے۔اس کی ایک صورت یہ ہوسکتی ہے کہ ان مسائل کو جمع کیا جائے جن کی بنیاد احتیاط پر رکھی گئی ہے،پھر ان کا تجزیہ کرکے ثابت کیا جائے کہ ان کا ماخذ احتیاط ہے۔

۴۔سیرت مطہرہ کے احتیاطی پہلو کو عوام میں اجاگر کیا جائے تاکہ لوگوں کو باور کروایا جاسکے کہ اپنی آپ کو نقصانات سے بچانا بھی دین کا حصہ ہے۔

حوالہ جات

[1] ابن منظور، محمد بن مکرم، (م:۷۱۱ھ) لسان العرب (بیروت؛ دار صادر، ط الثالثہ، ط ۱۴۱۴ھ) ص،۲۷۹:۷

Ibn manẓūr, Muḥammad bin mukarram,Lisān al-ʿrab(Birūt; dāruṣādir, 1414h)279/7

[2] الزمخشری، محمود بن عمرو (م:538ھ) اساس البلاغۃ (بیروت: دارالکتب العلمیہ، ط اولیٰ ۱۴۹۱ھ) ص ۲۲۳:۱

al-zumaẖshari,maḥmūd bin ʿmr, āsās al-blāġah (birūt:dārulkutub al-ʿlmiah,1491h) 223/1

[3] ابن منظور، لسان العرب، ص۲۷۹:۷

Ibn manẓūr,Lisān al-ʿrab,279/7

[4] الجوہری، اسماعیل بن حماد، الصحاح تاج اللغۃ وصحاح العربیہ (بیروت: دار العلم للملائین، ط رابعۃ ۱۴۰۷ھ) ص ۱۱۲۱:۳

Al jawhari,ismāʿil bin ḥammād ,ālṣiḥāḥ tāj al-lughah wa ṣiḥāḥ al-ʿrabiah (birūt:dārulʿlm lilmlāʾiin,1407h) 1121/3

[5] ابن حزم الاندلسی، علی بن احمد، الاحکام فی اصول الاحکام (بیروت: دار الآفاق الجدیدۃ، س ن) ص ۴۵:۱

ibn ḥazam al-andlusi,ʿli bin aḥmd,aliḥkām fi uṣūl al-āḥkām (birūt:dārālāfāq al-jadidah) 45/1

[6] المازری، ابو عبد اللہ محمد بن علی، ایضاح المحصول من برھان الاصول (دار الغرب الاسلامی) ص ۴۹۴:۱

al-māzuri,abūʿbdullah muḥammad bin ʿli ,āliḍāḥ al-maḥṣūl min burhān al-āṣūl (dārālgharb al-alislāmi) ṣ

[7] ابن منظور، لسان العرب، ص ۱۷۵:۴

Ibn manẓūr,Lisān al-ʿrab,175/4

[8] وسوسہ کی تعریف یوں کی گئی ہے- وَالْوَسْوَسَةُ: حَدِيثٌ يُلْقِيهِ الشَّيْطَانُ فِي قَلْبِ الْإِنْسَانِ (وسوسہ وہ بات ہے جو شیطان انسان کے دل میں ڈالتا ہے) ملاحظہ ہو البغوی، حسین بن مسعود، معالم التنزیل فی تفسیر القرآن (دار الطیبہ، ط رابعہ ۱۴۱۷ھ) ص ۲۱۹:۳۔ نیز دیکھیے السمعانی، منصور بن محمد، تفسیر القرآن (ریاض: دار الوطن، ط اولیٰ، ۱۴۱۸ھ) ص ۱۷۰:۲

[9] ابن القیم، محمد بن ابی بکر، الروح (بیروت: دار الکتب العلمیہ، س ن) ص ۲۱۹:۳

ibn al-qayyim,muḥammad bin abubakar,alrūḥ (birūt:dārulkuttb al-ʿlmiyah)219/3

[10] ابن القیم، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد (بیروت: موسسۃ الرسالۃ، ط السابعۃ والعشرون، ۱۴۱۵ھ)، ص ۱۹۶:۲

ibn al-qayyim, zādual-maʿād fi hadyi khayril ʿbād (birūt:mūssah al-risālah,1415h)196/2

[11] الباجی، ابو الولید سلیمان بن خلف (م:474ھ) الاشارۃ فی اصول الفقہ (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ط ۲۰۰۳) ص ۸۰:۱

al-bāji,abulwalid sulaymān bin khalf, alishārah fi uṣūl al-fiqh (birūt:dār al-kutubal-ʿlmiyah,2003) 80/1

[12] القشیری، مسلم بن حجاج (م:261ھ) الصحیح، کتاب المساقاۃ، باب اخذ الحلال وترک الشبہات

al-qushayri,muslim bin ḥajjāj al-ṣahih,kitāb al-musāqāt,bāb akhzilḥlāl wa tarkishubhāt

[13] احمد بن حنبل، ابو عبد اللہ (م: 241ھ) المسند، حدیث وابصۃ بن معبد الاسدی

Ahmad bin hanbal,almusnad,hadis wābisah bin mʿbad alasadi

[14] عز بن سلام، عبد العزیز بن عبد السلام، قواعد الاحکام فی مصالح الانام (قاہرہ: مکتبۃ الکلیات الازہریۃ، ط ۱۴۱۴ھ) ص 61/2

ʿiz bin slām,ʿbdulʿziz bin ʿbdulsalām,qawāʿd al-ahkām fi masāliḥ al-anām (qāhirah,maktabatulkulliyāt al-azhariyyah,1414h) 61/2

[15] ابن امیر حاج، محمد بن محمد، التقریر والتحبیر (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ط ثانیہ، ۱۴۰۳ھ) ص 69/2

ibn amir ḥāj,muḥammad bin muḥammd,altaqrir wa altaḥbir (birūt:dārulkutub al-ʿlmiyah,1403h) 69/2

[16] الجصاص، ابو بکر احمد بن علی، الفصول فی الاصول (کویت: وزارۃ الاوقاف الکویتیہ، ط ثانیہ ۱۴۱۴ھ) ص ۲:۱۰۱

al-jasṣāṣ,abūbakr aḥmad bin ʿli ,alfuṣūl fi al-uṣūl (kuwait:wazāral-awqāf,1414h) 101/2

[17] السرخسی، محمد بن احمد، اصول السرخسی (بیروت: دار العرفۃ، س ن) ص ۲:۲۱

Alsarakhsi,Muhammad bn Muhammad Usul al sarakhsi (Birut:dar ul marifah) 21/2

[18] الشاطبی، ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات (دار ابن عفان، ط اولیٰ ۱۴۱۷ھ) ص ۳:۸۵

Alshatibi, Ibrahim bin musa,almuwafiqat(dar ibn e affan,1417h) 85/3

[19] الشیبانی، امام محمد بن حسن، الاصل، تحقیق ودراسۃ دکتور محمد بونیو کالن (بیروت: دار ابن حزم، ط اولیٰ، ۱۴۳۳ھ) ص ۱:۲۲۰

[20] القرطبی، ابو عبد اللہ محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن (قاہرہ: دار الکتب المصریہ، ط ثانیہ ۱۳۸۴ھ) ۵:۳۷۱

Alqurtabi,Muhammad bn ahmad,aljāmi lahkāmil qurān(qāhirah:dārulkutub al misriyah 1384h) 371/5

[21] الترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن، ابواب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع

Altirmizi, Muhammad bin isa,alsunan,abwābusifatilqiyāmah wa alraqāiq wa alwara

[22] احمد بن حنبل، المسند، حدیث وابصۃ بن معبد الاسدی

Ahmad bin hanbal,almusnad,hadis wābisah bin mʿbad alasadi

[23] البخاری، الصحیح، کتاب البیوع، باب ما یتنزہ من الشبہات

Albukhari,alsahih,kitabul buyu,bab ma yatanazzahu min alshubhat

[24] دیکھیے: مسلم، الصحیح، بَابُ تَحْرِيمِ الزَّكَاةِ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى آلِهِ وَهُمْ بَنُو هَاشِمٍ وَبَنُو الْمُطَّلِبِ دُونَ غَيْرِهِمْ

Muslim,alsahih,bab tahrim alzakaat alaa rasulillahﷺ

[25] البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح للبخاری، کتاب الاعتکاف، باب ھل یخرج المعتکف لحوائجہ الی باب المسجد

[26]البخاری، الصحیح للبخاری، کتاب الشہادات، باب شہادۃ المرضعۃ

Albukhari,alsahih,kitab al shahadat, bab shahaadatul murdiah

[27]ابن بطال، ابوالحسن علی بن خلف، شرح صحیح البخاری لابن بطال (ریاض: مکتبۃ الرشد، ط ثانیہ ۱۴۲۳ھ) ص ۶:۱۹۵

Ibn e battaal,abul hasan ali bin khalf, shara sahih bukhari li ibn e battaal(riyad:maktabat al rushd,1423h) 195/6

[28]البخاری، الصحیح، کتاب مناقب الانصار، باب ایام الجاہلیۃ

Albukhari,alsahih,kitab manaaqib alansaar,baab ayyaam al jahiliyah

[29]مالک بن انس، امام، موطا الامام مالک، کتاب الزکوۃ، باب ماجاء فی اخذ الصدقات والتشدید فیہا

Maalik bin anas,imam,muatta al imam malik, kitab al zakat, baab ma jaa fi akhzilsadaqaat wa altashdid fiha

[30]البخاری، الصحیح، کتاب العتق، باب کراھیۃ التطاول علی الرقیق

Albukhari,alsahih,kitab al itq,baab karahiyat altataaul ala alraqiq

[31]مسلم، الصحیح، کتاب الالفاظ من الادب وغیرھا، باب کراھۃ تسمیۃ العنب کرما

Muslim,alshaih,kitab alalfaz min aladab w ghayriha,bab karahiyati tasmiyatilinabikaraman

[32]البخاری، الصحیح، کتاب الجمعۃ، باب من قال فی الخطبۃ بعد الثناء اما بعد

Albukhari,alsahih,kitab al juma, baab man qaal filkhutabatibadalsanaiammaabad

[33]الشاطبی، الموافقات، ص ۴:۱۰۳

Alshatibi, Ibrahim bin musa,almuwafiqat,103/4

[34]حوالہ سابق، ص ۱:۱۰۴

Ibid,104/1

[35]حوالہ سابق، ص ۴:۱۰۲

Ibid,102/4

[36]البخاری، الصحیح للبخاری، بَابُ مَنْ تَرَكَ بَعْضَ الِاخْتِيَارِ، مَخَافَةَ أَنْ يَقْصُرَ فَهْمُ بَعْضِ النَّاسِ عَنْهُ، فَيَقَعُوا فِي أَشَدَّ مِنْهُ، کتاب العلم

al-bukhari,alsahih,bābu man taraka baʿḍa al-naasi ʿnhu, kitab al-ʿlm

[37]ابن ہشام، عبدالملک، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام (مصر: شرکۃ مطبعۃ و مکتبۃ مصطفی البابی، ط ثانیہ ۱۳۷۵ھ) ص ۱:۴۸۵

ibn hishām,ʿbdulmalik,ālsirah al-nabawiyah li ibn hishām(misr:shirkah matba wa maktaba mustaba albaabi,1375h) 485/1

[38]حوالہ سابق، ص ۱:۲۶۳

Ibid.263/1

[39]الواقدی، محمد بن عمر (م:207ھ) المغازی (بیروت: دار الاعلمی، ط ثالثۃ ۱۹۸۹) ص ۲:۸۱۴

Alwaqidi,Muhammad bn umar,almaghaazi(Birut:dar ul aalami,1989h) 814/2

[40]حوالہ سابق، ص ۱:۵۳

Ibid,53/1

[41]حوالہ سابق، ص۵۶:۱

Ibid,56/1

[42]حوالہ سابق، ص۲۱۹:۱

Ibid,219/1

[43]البخاری، الصحیح للبخاری، باب التعوذ والقراءۃ عند المنام، کتاب الدعوات

Albukhāri,alsahih, bāb al-tʿūḏ wa al-qirāʾة ʿnd al-manām,kitāb al-dʿwāt

[44]حوالہ سابق، باب الاستجمار وترا، کتاب الوضوء

ibid

[45]ابو داود، سلیمان بن اشعث، السنن لابی داود، بَابٌ فِي الشُّرْبِ مِنْ ثُلْمَةِ الْقَدَحِ، کتاب الاشربۃ

abūdāūd,sulaymān bin ashʿathṯ,al sunan li abi dāūd,bābٌ fī al-shurْbi minْ ṯulْmaتi al-qْadaḥi,kitāb al-āshribah

[46]حوالہ سابق

ibid

[47]الترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذي،، باب: دلک الید بالأرض بعد الاستنجاء، کتاب الطہارۃ

Altirmiḏi,muḥammad bin ʿisa alsunan -altirmiḏī,, bāb: dalkil-yad bʿd al-istinjāʾ,kitāb altahārah

[48]منگلوری، سید طفیل احمد، مسئلہ سود اور مسلمانوں کا مستقبل (بدایوں، نظامی پریس، ط اول، س ن) ص24

Manlgluri,sayyid Tufail ahmad,masla e sud aur musalmanon ka mustaqbil (badayun:nizami press) 24

[49]دیکھئے حوالہ بالا۔ نیز ملاحظہ ہو پھلواری، علامہ جعفر شاہ، کمرشل انٹرسٹ کی فقہی حیثیت (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ پاکستان، ط اول 1959)، ص25

ibid

[50]دیکھئے ھیئۃ کبار العلماء بالمملکۃ السعودیۃ، ابحاث ھیئۃ کبار العلماء، ص5/225

Haiatulkibaarilulama bil mamlakatil arabia alsaudia, abhaasuhaiatikibarilulmama, 225/5

[51]ابن ماجہ، السنن، باب التغلیظ فی الربا، کتاب التجارات

Ibn e maaja,alsunan,bab altaghliz fil riba,kitab al tijaraat

[52]قمار کی حقیقت یہ ہے کہ دو یا دو سے زائد افراد آپس میں اس طرح کا کوئی معاملہ طے کریں، جس کے نتیجے میں ہر فریق کسی غیر یقینی واقعہ کی بنیاد پر اپنا کوئی مال (فوری ادائیگی کر کے یا ادائیگی کا وعدہ کر کے) اس طرح داؤ پہ لگا دے کہ وہ مال یا تو بلا عوض دوسرے فریق کے پاس چلا جائے، یا دوسرے فریق کا مال پہلے فریق کے پاس بلا عوض آجائے۔ دیکھئے الماوردی، علی بن محمد، الحاوی الکبیر فی فقہ مذھب الإمام الشافعي (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ط اولیٰ 1419ھ) ص5/192

[53] اگر کوئی چیز نامعلوم ہو یا اس کے وجود میں شک ہو یا معدوم ہو یعنی اس کا وجود ناممکن ہو، یا اس کی سپردگی پر قدرت نہ ہو، ان تمام امور کو غرر سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ تعریف ان سب کو شامل ہے۔ ملاحظہ ہو: الدار دکتہ، یاسین، نظریۃ الغرر فی الشریعۃ الاسلامیہ (اردن: وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیہ، ط اولیٰ 1973م) ص78

[54]. دیکھئے ابن منظور، لسان العرب، ص١٦٧:١١

Ibn manzur,lisaan al arab,167/11

نیز ملاحظہ ہو: محمد بن علی القاضی، کشاف اصطلاحات الفنون، حرف الحاء، الحلال: -ط/ مکتبۃ لبنان ناشرون - بیروت: مکتبہ لبنان ناشرون، ط، الأولی-1996م) ص1/703

[55] مفتی شفیع، محمد، معارف القرآن (کراچی: ادارۃ المعارف، ط:1429ھ). ص١:٤١١

Mufti shafi,Muhammad, mʿārif al-qrān(karachi:idaratul mʿārif,1429h) 411/1

[56] ابن القیم، محمد بن ابی بکر، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد (بیروت: موسسۃ الرسالہ، ط السابعۃ والعشرون ١٤١٥ھ) ص١٩٩:٤

ibn al-qayim,maḥammad bin abubakar, zād al-mʿād fi hadyi khayrilibad(birut:musasah alrisalah,1415h) 199/4

[57] حوالہ سابق، ص٢٠٠:٤

Ibid,200/4

[58] حوالہ سابق، ص٢٠١:٤

Ibid,201/4

[5959] حوالہ سابق، ص٢٠٢:٤

Ibid,202/4

[60] حوالہ سابق۔ ص٢٠٤:٤

Ibid,204/4

[61] حوالہ سابق۔ ص٢٠٤:٤

ibid

[62] حوالہ سابق۔ ص٢٠٤:٤

Ibid,204/4

[63] دیکھئے الترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن للترمذی، باب مَا جَاءَ فِي تَخْمِيرِ الإِنَاءِ وَإِطْفَاءِ السِّرَاجِ وَالنَّارِ عِنْدَ الْمَنَامِ، رقم ١٨١٢

Al-tirmidhi, muḥammad bin ʿisa al-sunan liltirmidhi,bāb mā jāʾa fī takhmīri al-ināʾi waītṭfāʾi al-sirāji wa alnāri ʿinda al-manāmi

[64] حوالہ سابق

Ibid

[65] البخاری، الصحیح، کتاب بدء الخلق، باب خمس من الدواب فواسق

Al-bukhāri,al sahih,kitābu badʾ al-khalqi,bāb khamsun min al-dawābi fawāsiq